ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

ڈاکٹر سعادت سعید بحثیت نقاد

Dr. Saadat Saeed as a Critic

***ڈاکٹر محمد امجد عابد**، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

***Dr. Muhammad Amjad Abid**
Associate Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore

**ڈاکٹر عبدالرحیم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور

****Dr. Abdul Raheem**
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. Graduate Islamia College Civil Lines, Lahore

*****ڈاکٹر فوزیہ شہزادی** ، سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، لاہور

*****Dr. Fouzia Shahzadi**
School Education Department, Lahore

Abstract:

Research and criticism play a significant role in the fields of knowledge and literature. On one hand, they explore lost works of art from the past; on the other hand, they play an important role in recognizing status among literary enthusiasts by discussing its merits and demerits to determine its position and rank. Although Dr. Saadat Saeed renouned as critic and researcher in literary circles, he cannot be overlooked as a lively reference poet and critic. While his criticism initially flourished under the influence of the progressive movement, he soon established a distinct identity and promoted entirely different tendencies. This article beautifully and benevolently explains Dr. Saadat Saeed's critical insights, leading to a better understanding of his criticism.

Key Words: Dr. Saadat Saeed, Progressive, Criticism, Karl Marx, Critic, Positive literary trends, Style, Collective Consciousness

کلیدی الفاظ: ڈاکٹر سعادت سعید، ترقی پسند، تنقید، کارل مارکس، نقاد، مثبت ادبی رجحانات، اسلوب، اجتماعی شعور

ڈاکٹر سعادت سعید (۱۹۴۹ء) دورِ حاضر کے معروف شاعر، ادیب اور ۱۹۷۰ء کی دہائی میں ترقی پسند فکر کے زیر اثر نقادوں میں ایک نمایاں نام ہے۔ آپ کا اندازِ نقد ہمہ جہتی کی شان لیے ہوئے ہے۔ آپ اپنی تنقید میں سیاسی و سماجی تناظر کا حوالہ جابجا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے علوم سے استفادہ کے شواہد بھی آپ کی تنقید میں نظر آتے ہیں محض عمرانیات ہی آپ کی تنقید کا میدان نہیں۔

ڈاکٹر سعادت سعید نے اپنی کتاب ''اقبال، ایک ثقافتی تناظر'' میں اگرچہ نظریات اقبال کی انقلابی توجیہہ پیش کی ہے لیکن فکرِ اقبال کی مذہبی روح کو یکسر مجروح نہیں ہونے دیا۔ یوں وہ اسلام کے انقلابی تصور کو ابھارتے ہوئے جملہ ترقی پسندوں سے منفرد نظر آتے ہیں۔ سعادت سعید کی ترقی پسندی مذہب دشمنی سے نہیں پھوٹتی جیسا کہ مغرب میں ترقی پسندی کا عموماً یہی مفہوم مروّج ہے جس کی ابتدا ''مارٹن لوتھر'' سے ہوئی تھی اور انتہا تا حال ہوتی معلوم نہیں ہوتی تاہم ڈارون، بیکن، مونٹین، نطشے، کارل مارکس، مائیکل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

فوکو، ژاک دریدا وغیرہ اسی ترقی پسندی کی مذہب دشمن عقلی و علمی کڑیاں ہیں جنھوں نے انکارِ وحی و فطرت اور انکار خداوندی و مادہ کی روح پر برتری اور خدا کی موت جیسے ناقص عقلی نظریات تخلیق کر کے ترقی پسندی کو مذہب مخالف ہونے کی اسناد فراہم کیں ہیں۔

ترقی پسند تحریک کے افکار پر چونکہ کارل مارکس کے افکارِ باطلہ کی بازگشت سنائی دیتی ہے اس لیے مشرقی ترقی پسندوں نے بھی اپنے مغربی مربیوں کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے مذہب دشمن نظریات کی تشہیر کی، تاہم ڈاکٹر سعادت سعید ترقی پسندوں کے اس گروہ سے واسطہ نہیں رکھتے۔ پیرویٔ مغرب کی چھاپ ہم سعادت سعید پر محض ترقی پسند ہونے کی بنا پر نہیں لگا سکتے۔ ڈاکٹر صاحب کے مذہب دوست اور عدم پیرویٔ مغرب پر مبنی نظریات ملاحظہ کریں:

> ''اقبال مشرق کے دل سے محبت اور انقلاب کی چنگاریاں اڑتی دیکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس صورت حال کا ادراک کرتے ہوئے مشرقی افراد خصوصاً مسلمانوں کو حرکت اور انقلاب کا فلسفہ عطا کرتے ہیں۔ وہ زمانِ مسلسل کی تخلیق کے قائل تھے اور اس بات کو بھی جانتے تھے کہ یہی زمان انسان کی حرکت، عمل اور ذمے داری کا بڑا امتحان بھی ہے۔ زمان مسلسل کے دوران انسان خیر و شر کی شناخت کر سکتا ہے۔ ظالم اور مظلوم کی پہچان سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور شر اور ظلم کے چشموں کو خشک کرنے کے لیے خیر کی صلاحیتوں کو آزما سکتا ہے۔ سامراجی استبدادی نظام اقبال کے خیال میں شیطانی ملوکیت کا نظام ہے۔ چنانچہ انھوں نے شیطانی قوتوں کی حرکت اور طاقت کو انسانوں کے لیے مذموم ٹھہرایا ہے کہ یہ قوت اور طاقت اپنی جڑوں میں استحصالی ہی نہیں ظلم پرور بھی ہوتی ہے۔ اقبال نے انسان کامل، مردِ حُر اور مردِ مومن کے روپ میں انسان کی خودی کے تصورات اجاگر کیے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مردِ حر نڈر ہوتا ہے۔ ہمیشہ سر بکف رہتا ہے، وہ لااللہ کی مدد سے روشن ضمیر ہوتا ہے۔ وہ کسی آقا کو خاطر میں نہیں لاتا، اس کے قدم زمین پر مضبوطی سے جمے ہوتے ہیں وہ اپنا رزق آپ پیدا کرتا ہے۔ وہ فرنگ کا غلام نہیں ہے۔ خدا کا بندہ ہے۔'' ۱

ڈاکٹر سعادت سعید ادبی تخلیق کے مطالعے میں سماجی و ثقافتی تناظر کو اہمیت دیتے ہیں۔ آپ کی تنقیدی کتب میں ''جہت نمائی''، ''ادب اور نفی ادب''، ''فن اور خالق''، ''اقبال ایک ثقافتی تناظر''، ''مجید امجد اور ان کا عہد'' اور ''ن۔م راشد حیات و فن'' شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ن۔م راشد کے نظریہ تخلیق و تنقید پر مبنی کتاب ''راشد اور ثقافتی مغائرت'' بھی اہم ہے جس میں آپ نے ''راشد کی ہیئت اور روایتی اظہاری سانچے'' کے عنوان سے ایک مضمون باندھا ہے۔ جس میں راشد کی ہیئت تلاشی و روایت پسندی کا امتزاج یوں پیش کیا ہے:

> ''ن۔م راشد نے شاعری کی ترقی کے لیے پرانے اور نئے اسالیب کی آمیزش کو لازمی جانا ہے کہ یوں شاعری عالمگیر اور آفاقی بن سکتی ہے۔ شاعر اگر شعر کے مضمون کو شخصی حوالوں سے بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اگر بے ربطی نہ بھی پیدا ہو تو بھی شاعری کے سحر اور طلسم کو قائم رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر کسی ہیئت کا مفہوم کے ساتھ سروکار نہیں ہوتا تو وہ بے جان سے لگتی ہے۔ ن۔م راشد نے خود بھی زبان، تہذیب اور شاعری کے بُت توڑنے کا کام کیا اور اس حوالے سے اپنے معاصرین میں میراجی کی خالص جدیدیت کو سراہا۔ ان کا خیال تھا کہ تصنّع شاعری کے لیے ضرر رساں ہے۔'' ۲

ڈاکٹر سعادت سعید کی تنقید اپنے معاصرین سے وسعت نظر کے حوالہ سے ممتاز ہے۔ آپ کا تنقیدی مطمع نظر اس قدر وسیع ہے کہ اس میں جمالیاتی، رومانوی، سماجی، تاریخی، نفسیاتی، تاثراتی، طبقاتی، وجودی، عملی و نظری حوالہ جاتِ نقد و نظر سمائے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مثبت ادبی رجحانات کے حامل انسان اور ادب دوست نقّاد ہیں۔ آپ اپنی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

تنقید میں اگرچہ عمرانی و ثقافتی رجحان کے پرچارک ہیں تاہم انھوں نے صرف ایسے خیالات کو پیش کیا جو انسان دوست اور درست انسانی فکری و جذباتی تناظر میں انسان کی تشریح کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''مجھے بے جا فلسفوں میں الجھانے والے فیلسوفیاں کرنے والے نقاد راس نہیں آئے کہ میں نے ان کے عطا کردہ افکار کی تہ رسی کے بعد ان کی انسان دشمن سوچوں کی نشاندہی کا کام بھی کیا ہے۔ ادبی جمالیات میں انسان کو بنیادی اہمیت نہیں دی جائے گی تو وہ مجرد مفروضوں کا ملغوبہ بن کے رہ جائے گی۔ میں عملی اور نظری تنقید کے ایسی تمام کاوشوں کو خصوصی اہمیت دیتا ہوں۔ جو انسان کو اس کا ثقافتی، طبقاتی اور عمرانی سیاق و سباق فراہم کرتے ہوئے ہر نوع کے غیر انسانی رویوں کی بیخ کنی پر آمادہ کرے۔ آج کے دور کے دام ودو مجھے بھی ملول کرتے ہیں۔ انسانی معاشروں میں موجود بہیمانہ حیوانیت مجبور کر رہی ہے کہ ہم سب مل کر کہیں ''ہمیں انسان کی تلاش ہے''، انسان کو اس کے درست انسانی سیاق و سباق میں دیکھنے والا ادب، ادبی اور تخلیقی ہے۔ تنقید کے نام پر مجرد فارمولہ بازی نفیِ ادب کا کام کر رہی ہے۔'' ۳

ڈاکٹر سعادت سعید نے جس طرح افسانوی ادب کی تنقید میں اپنا خاص مقام پیدا کیا وہ انھی کا خاصا ہے۔ انتظار حسین کے افسانوں کا مجموعی جائزہ پیش کرتے ہوئے آپ کا قلمِ نقد انتظار حسین کے اسلوب کے جن پنہاں گوشوں کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ وہ داد کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''انتظار حسین نے نئے عہد کی صنعتی صورت حال میں رگڑنے والے انسانی وجود کی شناخت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ طمع، خوف، نفس پرستی، کوتاہ قامتی، بے حوصلگی، بے تنظیمی، بداخلاقی، بے راہ روی، باطل پرستی، تمنا کشی، توہم پرستی، بے یقینی، انسان دشمنی، سیاسی دھوکہ دہی اور سماجی بددیانتی کے مہلک امراض کی وجہ سے انسان کی انسانی تمثیل کی جو تنسیخ ہوئی ہے انتظار حسین نے اسے بطور خاص اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ انتظار حسین کے ان افسانوی سماجی حقیقت نگاری کی تکنیک کی تلاش بے سود ہے۔ وہ آڈرتک اور ویژن کے حامل افسانہ نگار ہیں۔ ان کی افسانوی کائنات کے سفر کے دوران میں ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ انسان اپنی شکلیں تبدیل کر کے بندروں، کتوں، سوروں، بکری کی ٹانگوں والے آدمیوں، پچھل پائیوں، سانپوں، دجالوں، گدھوں اور دیگر حیوانی صورتوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔'' ۴

ڈاکٹر سعادت سعید کی کتاب ''فن اور خالق'' اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس میں آپ نے مذکور شعرا کے کلام کے مخفی گوشے دریافت کیے ہیں۔ خاص طور پر کشور ناہید، جیلانی کامران، جاوید شاہین، شائستہ حبیب، ظہور نظر کی شاعری میں جن سراغوں کا پتا لگایا ہے اور جن جہتوں سے آپ نے ان شعرا کے فن کو متعارف کروایا ہے۔ یہ آپ کی ہی شان ہے اس سے پہلے ان شعرا کا کلام اظہار کے ان پیرایوں سے تشنہ تھا۔ ڈاکٹر سعادت سعید کی تنقیدی حیثیت مبلّغانہ ہے۔ تنقیدی مبلغ کا کام اپنے معاصر نقادوں کو ناصحانہ طرزِ نقد اپنانے کی تلقین کرنا ہے۔ تنقید میں انسان سے انسان برآمد کرنے کی نصیحت کرنے والا نقاد ہی ادب کی تعمیر کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر سعادت سعید نے اپنے معاصرین پر سب سے زیادہ تنقید کی ہے۔ یوں آپ کی تنقید کی خوبیوں میں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کی تنقید میں آپ کے عصر کے ادب اور تنقید ادب کا مجموعی شعور ملتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''یوں تو ادب اور ادبی نظریہ سازی کی تاریخ نیرنگی اور گوناگونی کی حامل رہی ہے۔ اس کی رنگارنگی میں ہر آنے والے ذہین نقاد اور نظریہ ساز نے اپنی تخلیقی بصیرتوں سے اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عصرِ حاضر کے عوامی انسانی شعور نے واضح اعلان کر دیا ہے کہ اب نظریات اور تصورات کی شوگر کوٹڈ گولیوں سے انسانوں کو غچہ دینے والے دانشوروں

کا انجام قریب آ پہنچا ہے کہ ان کے نظریات نے سرمایہ داری اور سامراجیت کے بڑے حلیف روس کے بھی حصے بخرے کر دیئے ہیں یوں دنیا میں موجود فکری اور سماجی تضادات کو چینلائز کرنے والے ایک بڑے پروسیسنگ پلانٹ سے لوگوں کو نجات مل چکی ہے اور انھوں نے اپنے اصل دشمن کو تاک لیا ہے۔ آج منطقی نزاعات، شماریاتی جدالوں، ریاضیاتی حملوں، نفسیاتی جنگوں، غیر محسوس معاشی قبضوں اور نئی طرز کی غلام سازیوں کے جو دفتر کھلے ہیں ان کے منشور نئے دانشوروں اور نظریہ سازوں کی زنبیلوں میں موجود ہیں۔ ابہام خیز عقلیت کے انتہا پسندانہ نقطہ نظر کو معاصر دنیا میں ساختیات والوں نے بھی اپنا رکھا ہے۔ ساختیات کو ادبی تنقید کے لیے اہم جاننے والے ادبی جمالیات کو سرمایہ داری پرست نفسیات، انتھروپولوجی اور ارسطوریات کے لبادے میں ملفوف کر کے پیش کر رہے ہیں۔'' ۵

ادیب کے عصری شعور کا فہم اس لیے ضروری ہے کہ وہ معاشرے کا عکاس ہوتا ہے۔ اگر اس کی تخلیق میں معاشرے کو اس کا چہرہ نہیں دکھتا تو اس کا مطلب ہے کہ تخلیق کا آئینہ دھندلا ہے۔ ماضی و حال کے شعوری امتزاج سے مستقبل کی راہیں اسی وقت استوار ہوتی ہیں جب شعور کی آنکھ ہمہ وقت بیدار رہے گی۔ سعادت سعید کی مغربی سیلابی ریلے میں نہ بہنے اور عدم تقلید مغرب کی روش ان کا تاریخی شعور ہے۔ ترقی پسند مذہب دشمن نقادوں اور ادیبوں سے اختلاف ان کا عصری شعور جبکہ تنقید سے انسان برآمد کرنے کا نظریہ ان کے مستقبل کے شعور کی طرف اشارہ ہے۔ یوں عصری شعور اپنی مجسم شکل میں سعادت سعید کی تنقید میں جا بجا ملتا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

''ہر دور کے ادیب اور شاعر نے اپنے اپنے عہد میں موجود علمی اور فکری صورتحال سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن اس قضیے کا کیا کیا جائے کہ انیسویں اور بیسویں صدیوں میں علم اور فکر نے جس تیز رفتاری سے ترقی کی ہے۔ روایتی ادوار اس سے تقدیری اعتبار سے بے گانہ رہے ہیں۔ یوں بھی جب ہم نئے پرانے فکری اور علمی نظام کا نئے معیارات کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں تو وہ نظام اکہرا، یک سطحی اور ماورائی سا دکھائی دیتا ہے۔ نیا فکر اور نیا علم مسائل کے مفروضاتی حل کا متلاشی نہیں ہے۔ زندگی اور انسان کی حقیقت کے سراغ کے لیے مادی اپروچ ہی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ نئے انسان کا سارا آشوب اسی پس منظر کا شاخسانہ ہے۔'' ۶

زندگی اور انسان کی حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے مادی اپروچ کا پیش کیا جانا سعادت سعید کے عصری خاصیت ہے جس کا سراغ آپ نے اپنے اجتماعی شعور کی بدولت لگایا۔ آپ کی تحریر اپنے عصر کے جملہ تقاضوں، رجحانات و میلانات کو اپنے دامن میں یوں سمیٹے ہوئے ہے جیسے ایک نظر دیکھنے سے آسمان پر چمکنے والے تارے نظر آ جاتے ہیں اور پورا آسمان چاند ستاروں سمیت دیکھنے والے کی آنکھ میں سما جاتا ہے۔ یوں ڈاکٹر صاحب کی تحریر اپنے قاری کی آنکھ میں اپنے عصر کا مکمل ظہور کرتی ہے اور اپنے قارئین کو جدید ترین ادبی معیارات سے آگاہی دیتی ہے۔ نہ صرف قارئین کو بلکہ اپنے معاصر نقادوں کو بھی حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کا مشورہ بھی دیتی ہے۔

''شاعر کا وجود خود مکتفی اکائی نہیں ہے۔ اس کا سماجی عمل اس کی شعور کی ترتیب و تشکیل میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ معاشرتی عمل میں شریک رہ کر ہی وہ فکر و خیال کی نو دریافت شدہ یا مخفی کہکشاں کو گرفت میں لے سکتا ہے۔ شاعر جس سماج اور اس کے جس درجے کا فرد ہے، اس میں رائج جذبے، ارادے، خیالات، تصورات اور نظریات اس کے شعور کی تنظیم میں معاون ہیں۔ یہی نہیں اس کے وجود کے نسلی، گروہی، مقامی اور انفرادی رجحانات بھی یکساں، منجمد اور تحریک آشنا نہیں ہوتے۔ یہ الگ معاملہ ہے کہ عینیت پرست شاعر ان فطری تحرکات کے اسقاط ہی سے مسرت پاتے ہیں۔'' ۷

ڈاکٹر سعادت سعید کا عصری شعور ان کے تاریخی شعور سے باہم مربوط دکھائی دیتا ہے۔ افتخار جالب کی شاعری اور تنقید پر جس طرح معاصر نقادوں کی ذہنی بچگانگی اور سطحیت کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ آپ کے عصری و تاریخی شعور کا ثبوت ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اپنے ماضی اور حال سے بے بہرہ نقاد کسی ادب پارے کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کیسے لگا سکتے ہیں۔ سطحیت پر مبنی سوچ آفاقیت پر مبنی تخلیق کا کیونکر جائزہ پیش کر سکتی ہے؟ ذیل میں عصری شعور و متقضیات سے بے بہرہ نقادوں اور ادیبوں کو ان کی بے بہر گی کا طعنہ یوں دیتے ہیں:

> ''حکم سے انکار کو شیطانی وصف: گردانے والے معاشرے میں اپنی مرضی کا شعور دینا کس حد تک روا ہو سکتا ہے۔ وہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی، فنکار کٹھ پتلیاں، شاعر اور ادیب کٹھ پتلیاں، تاری تار ہلانے والے کوئی اور ناچنے والے وہ! افلاطونی منطق کے اس پر، تقدیر زدہ، اپنی تقدیر آپ پیدا کرنے کا نعرہ بعد کی ایجاد ہے کہ جب شعور آزادی سے ہمکنار ہوا یا اس کی تحصیل کے لیے کوشاں ہوا۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات! حاکم نے کہا دن ہے تو کھادن ہے۔ کہارات ہے تو کھارات ہے۔ ان کا کرشمہ ساز حسن شاعروں اور ادیبوں اور فنکاروں سے جو چاہتا تھا کرا لیتا تھا، خوئے تسلیم، روایتِ دوستی، تاریخی بوسیدگی، تقلید پرستی اور تخلیقی وتیرے شعور سازی نہیں کر سکتے۔ شعور کا رنگ و اثر تو کلاسیکی فن و ادب پر غالب ہے۔''۸

الغرض ڈاکٹر سعادت سعید کی تنقید اپنی ''روحِ عصر'' کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے اس راز کو پالیا ہے کہ اگر ادیب اپنے قلم کا سودا کر لے تو ادب کی خاطر خواہ خدمت نہیں کر سکتا۔ ہمارے ادب کی بد قسمتی یہ رہی ہے کہ اس کو کچھ ایسے مسیحاؤں کا سامنا رہا ہے جو ادب کی کشتی کو سلامت رکھنے کی بجائے اپنے مفاد کی خاطر کشتئ ادب میں ہی سوراخ کر دیتے ہیں۔ ہر عصر کے تقاضے سابق عصر سے جدا ہوتے ہیں۔ اگر ادب کو حالاتِ جدیدہ کے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھالا جائے تو مرورِ ایّام ادب کی سماجی، تہذیبی و ثقافتی جڑوں کو بوسیدہ کر دیتے ہیں۔ یہ تو کائنات کا قانون بھی ہے کہ حالات کے تقاضوں کے مطابق جو قومیں ڈھل گئیں وہ زندہ رہیں۔ ان کا چلن زندہ رہا۔ اللہ کی بھی یہی سنت ہے کہ حالات کے بدلتے ہی نیا نبی اور نئی شریعت نازل فرمادیتے کیونکہ سابقہ تعلیمات حالاتِ جدیدہ کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے حالات کے تقاضوں کو بھانپتے ہوئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا سلسلہ وضع کیا۔ قرآن اپنی ذات میں جدّت کا سب سے بڑا پہلو سمیٹے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اثر آفرینی آفاقی و عالمگیر ہے۔ ڈاکٹر سعادت سعید کی تنقید بھی حالات کے جدید ادبی تقاضوں کو پورا کیے ہوئے سطحیت و گھٹن کی کیفیت سے مبرّا ہے۔ یوں سعادت سعید دورِ حاضر کے بیدار مغز اور زرخیز حاسۂ تنقید رکھنے والے نقاد ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، اقبال ایک ثقافتی تناظر، لاہور، دستاویز مطبوعات، س۔ن، ص ۱۰۷
۲۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، راشد اور ثقافتی مغائرت، لاہور، شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء ص ۶۸
۳۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، ادب اور نفئ ادب، لاہور، دستاویز مطبوعات، ۱۹۹۸ء، ص ۸
۴۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، جہت نمائی، افسانوی ادب کے مطالعے، لاہور، دستاویز مطبوعات، ۱۹۹۵ء، ص ۱۶
۵۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، ادب اور نفئ ادب، لاہور، دستاویز مطبوعات، ۱۹۹۸ء، ص ۹۰
۶۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، جہت نمائی، افسانوی ادب کے مطالعے، لاہور، دستاویز مطبوعات، ۱۹۹۵ء، ص ۱۰
۷۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، ادب اور نفئ ادب، لاہور، دستاویز مطبوعات، ۱۹۹۸ء، ص ۶۷
۸۔ ایضاً، ص ۵۶